www.urduchannel.in

حیاتِ غالب

منشی رام اگروال

www.urduchannel.in

جملہ حقوق دوامی بحق پروپرائٹر اردو اخبار لاہور محفوظ ہیں

حیات غالب

جسمیں

نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خاں صاحب غالب کے حالات
زندگی نہایت تفصیل کیساتھ درج کرکے ان کی عجیب و غریب شاعری
پر مفصل بحث کی گئی اور اُن کے کلام کا مقابلہ اُن کے دیگر ہمعصروں
سے کرکے اُن کے دونوں قسم کے کلام (آسان و مشکل) کا نمونہ درج کیا گیا ہے

مرتبہ

کارپردازان دفتر اُردو اخبار لاہور

جسکو

منشی رام اگروال بُک مرچنٹ مہتمم تعلیمی کتبخانہ پنجاب
پروپرائٹر اُردو اخبار و مالک منشی رام اگروال پریس لاہور

نے اپنے

مطبع منشی رام اگروال لاہور میں چھاپا

قیمت ۶/ چھ آنے

www.urduchannel.in

دیباچہ

بادی النظر میں سوانح عمری یا لائف کے لکھنے سے یہ مقصود ہے کہ اچھے سے اچھے یا بُرے سے بُرے ہیرو کے حالات قلمبند کر کے اُن کو محفوظ رکھا جائے تاکہ موجودہ اور آیندہ نسلیں اُن حالات سے عمدہ نتایج اخذ کر کے مستفیض ہوں۔

اچھا آدمی تو خیر اچھا ہی ہے اُس سے ہم ریاضت پسندی۔ مستقل مزاجی۔ دیانت داری۔ ہمدردی۔ وفا شعاری۔ یا ذہانت۔ عالی دماغی۔ یا اور صفات حمیدہ سیکھ سکتے ہیں۔

لیکن بُرے آدمی کی لائف سے بھی ہم عمدہ نتایج اخذ کر سکتے ہیں۔ ایک ڈاکو کی مکاری اور شہ زوری سے ہم راست بازی اور جرأت کا سبق لے سکتے ہیں۔ علیٰ ہذا جب ہم کسی لائف میں پڑھتے ہیں کہ فلاں شخص نے روپیہ کے لالچ سے یا شراب کے نشہ میں مغلوب ہو کر کسی شخص کو قتل کر ڈالا اور اُس کے عوض میں خود پھانسی پر لٹکا تو بڑی آسانی سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ لالچ یا شراب نوشی نے اسے یہ روز بد دکھایا۔

مرزا غالب کی سوانح عمری جسکا دیباچہ ہم لکھ رہے ہیں اُسکے پڑھنے سے گو خاص دلچسپی وہی اصحاب لے سکتے ہیں جو سخن سنجی یا سخن فہمی کے چٹخارے سے لذت آشنا ہیں تاہم عام آدمی بھی بہت سی باتیں سیکھ سکتا ہے۔ مصیبت کے وقت اوسان درست رکھنا مستقل مزاجی کو ہاتھ سے نہ دینا عسرت میں خوش رہنا اور شوخی طبع کیساتھ قسمت سے جنگ کرنا صاف دلی وضعداری وغیرہ شریفانہ صفات اپنی ذات میں پیدا کر سکتا ہے۔

اظہر ہاپوڑی اپریل ۱۹۰۵ء

www.urduchannel.in

خاندان وطن پیدایش

زمانہ کی انقلاب پسندی سے کون واقف نہیں۔ کون قوم ہے جو اسکی تلون مزاجی کے ہاتھوں عروج و زوال کی تصویر نہ دیکھ چکی ہو۔ گا ہے چناں گا ہے چنیں اسی کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ اسی انقلاب کی بدولت جب ایران میں تورانی سلاطین کی طاقت کا خاتمہ ہوا تو اسکے پہلو بہ پہلو کیانیوں کا ستارہ اقبال نہایت بلندی پر چمکنے لگا اور اسلئے اپنے دشمنوں سے پناہ لینے کے لئے اول الذکر بدبخت خاندان کو غریب الوطن بننا اور جنگلوں پہاڑوں میں جان چھپانا پڑا۔ مگر چونکہ بہادرانہ جرأت اُن کے رگ و ریشہ میں موجود تھی۔ تلوار اُن کی بڑی رفیق تھی اور یہ اسکو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور آخر اس کے زور سے اپنے دشمنوں کو نیچا دکھا کر ملک کے بہت سے حصہ پر قبضہ کر لیا اور اب یہ برباد شدہ خاندان سلجوقیوں کے نام سے مشہور ہوا۔

مگر ہائے گردش روزگار چند ہی دنوں میں اس قدیم شاہی خاندان کے ممبروں کا قبضہ صرف

www.urduchannel.in

قلعوں اور مکانوں تک ہی محدود رہ گیا۔

اس کے بعض ممبروں نے ایسی معمولی حالت میں رہنا اپنی شان کے خلاف سمجھا اور وہ قسمت آزمائی کے لئے وطن سے باہر جانے پر آمادہ ہوگئے چنانچہ مرزا غالب کے جد بزرگوار اپنے وطن مالوف سے نکل کر عازم ہندوستان ہوئے مگر بدقسمتی سے یہاں بھی اسلامی سلطنت کے آفتاب کو گرہن لگنا شروع ہوگیا تھا مغلوں کی سلطنت میں آثار زوال نمایاں نظر آتے تھے۔ یہ شاہ عالم کا زمانہ تھا اگرچہ سلطنت کی خود نازک حالت تھی تاہم مرزا صاحب کے دادا کی دربار نے ان کے رتبہ کے موافق قدردانی کی چنانچہ آپ کو شاہی نقارہ نشان معہ پچاس گھوڑوں کے شاہی دربار سے عطا ہوا۔ علاوہ ازیں ان کی فوجی خدمات کے عوض میں ایک مستقل آمدنی کی جاگیر بھی عطا ہوئی۔

مگر ان کا یہ اعزاز صرف اسی وقت تک قائم رہ سکا جب تک کہ شاہ دہلی عالم شاہ کی آنکھیں کھلی رہیں۔ کیونکہ ان کی آنکھیں بند ہوتے ہی ملک میں ایک طوفان بے تمیزی مچ گیا امن و عافیت خواب و خیال ہوگئے۔ ہر طرف طوائف الملوکی کی نہ بجھنے والی آگ پھیلنے لگی۔ اب مرزا صاحب کے دادا گویا اسی طرح نقد دم تھے جس طرح کہ اپنے قدیم وطن سے چلے تھے۔ اور موجودہ پریشانی علیحدہ تھی آخر بیچاروں نے اسی غیر اطمینانی کی حالت میں وفات پائی۔ ان کے فرزند یعنی مرزا غالب کے والد عبداللہ بیگ خاں دہلی کی ہوا بگڑی ہوئی دیکھ کر لکھنؤ پہونچے اور نواب آصف الدولہ بہادر کے دربار میں حاضر ہوکر خدمات کے طالب ہوئے مگر قسمت نے یاوری نہ کی اسلئے آپ کو حیدرآباد جاکر نواب نظام علی خان بہادر مرحوم سے عرض معروض کرنا پڑا۔ نظام الملک نے آپ کی خدمات کو قبول کیا اور ان کے رتبہ کے موافق ایک اعلےٰ عہدہ عطا کیا مگر افسوس کہ زمانہ بر سر دشمنی تھا کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈ رہا تھا چنانچہ ابھی چند سال بھی اطمینان سے نہ گذرے تھے کہ ایک ایسا واقعہ ظہور پذیر ہوا کہ جس نے عبداللہ بیگ خان کو خانہ نشین بنادیا۔ آپ اپنے موجودہ وطن دہلی میں چند روز قیام کرکے ریاست الور پہونچے۔ وہاں کے راجہ بختاور سنگھ نے آپ کی فوجی خدمات کو عزت کی نگاہ سے دیکھا۔ عین اسی زمانہ میں ۱۷۹۶ء

www.urduchannel.in

نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خاں صاحب غالب تولد ہوئے۔ مرزا کے والدین کو کب خیال ہوا ہوگا کہ ہمارا ہونہار فرزند اقلیمِ سخن کا شہنشاہ ہوگا اور اس کا نام ابد آباد تک علمی دنیا میں ادب اور تعظیم کے ساتھ لیا جائیگا۔

سچ یہ ہے کہ مرزا غالب تھے بدبخت جیسا کہ اکثر خود فرمایا کرتے تھے چنانچہ اس کا آغاز یہیں سے ہوا کہ ابھی آپ محض صغرسن تھے یعنی سن شریف پانچ سال کا تھا کہ آپ کے پدر بزرگوار مرزا عبداللہ بیگ خاں الور کی کسی جنگ میں مارے گئے اور مرزا کو یتیم چھوڑ گئے۔ مرزا صاحب مع اپنی والدہ ماجدہ کے دہلی چلے آئے اور یہیں پر بود و باش اختیار کی۔ گو مرزا کا اصل وطن ہندوستان نہ تھا مگر اُن کو دہلی سے وہی اُلفت تھی جو اپنے خاص وطن سے ہوتی ہے۔

زمانہ کی دشمنی مرزا کے ساتھ

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ جب مرزا کی عمر صرف پانچ سال ہی کی تھی تو ان کے سر سے والد بزرگوار کا سایہ اُٹھ گیا اور آپ در یتیم رہ گئے۔

مگر اِن کی والدہ مکرمہ کو زیادہ پریشان نہ ہونا پڑا کیونکہ مرزا عبداللہ بیگ خاں مرحوم کے حقیقی بھائی (غالب کے چچا) مرزا نصراللہ بیگ نے اس یتیم کو اپنے دامنِ عاطفت میں ڈھانک لیا اور اس کی پرورش کے بذات خود کفیل ہوئے۔ مرزا نصراللہ بیگ مرہٹوں کے ملازم تھے اور آگرہ کی صوبیداری کا معزز عہدہ آپ کے سپرد تھا مگر بعد چندے صوبہ مذکور پر انگریزی کمپنی کا عملہ دخل ہوگیا اور صوبہ داری کے بجائے کمشنری ہو گئی تو نصراللہ بیگ کی سابقہ خدمت ان سے لے لی گئی اور ۱۸۰۶ء میں ہندوستان کے ویسرائے لارڈ لیک صاحب نے مرزا موصوف کو ایک ہندوستانی فوج بھرتی کرنے کا حکم دیا چنانچہ ایک رسالہ چار سو سواروں کا ان کے زیر کمان رہنے لگا۔ اب مرزا نصراللہ بیگ کو سترہ سو روپیہ ماہوار بعوض جاگیر خدمات ملتا تھا۔ علاوہ ازیں آپ کو سونگ سونخ کا پرگنہ بطور جاگیر کے عطا ہوا تھا جس کی آمدنی کے وہ تاحینِ حیات مالک رہے۔ مگر مرزا کی بدقسمتی یہاں بھی رنگ لائے بغیر نہ رہی۔ مربی چچا نصراللہ بیگ کا

www.urduchannel.in

یک اتفاقی حادثہ میں انتقال ہوگیا - جائداد چونکہ تامین حیات تھی اسلئے وہ بھی ضبطی میں آگئی اور مرزا غالب جو زبیدائش سے نواب زادوں کی زندگی بسر کر رہے تھے فقیر کے فقیر رہ گئے اور مجبوراً اُن کو صرف تختِ سخن پر قناعت کرنی پڑی ۔
جائداد ضبط ہونے کے بعد اس کے عوض میں نواب احمد بخش خاں اور مرزا غالب کا دس ہزار روپیہ سالانہ مشترک وظیفہ مقرر ہوا جس میں سے صرف تین ہزار سالانہ مرزا کو ملتے رہے بودر اصل ان کی حق تلفی تھی - کیونکہ یہ ساڑھے سات ہزار سالانہ کے مستحق تھے - مرزا چند روز تک تو خاموش رہے مگر کب تک آخر آپ نے کلکتہ جا عدالت میں استغاثہ دایر کیا تو بقول نواب ضیاء الدین خان سرکار نے اس کا فیصلہ سرجان بلکم صاحب گورنر کے سپرد کیا جسکی علت غائی یہ تھی کہ جس زمانہ کی سند مرزا غالب کے پاس تھی اس زمانہ میں صاحب موصوف لارڈ لیک صاحب کے سکرٹری تھے اور یہ کاغذات انہیں کے دستخطوں سے مکمل ہوتے تھے -
بلکم صاحب نے مرزا کا دعوےٰ خارج کر دیا اور کہا کہ مدعا علیہ کو ہم خود جانتے ہیں اور اسکی دیانت داری پر ہمیں یقین ہے اور کہ مدعی کے واسطے صرف تین ہزار ہی تھے اور دو ہزار خواجہ حاجی وغیرہ کے لئے مرزا کو اب بھی صبر نہ آیا اور لندن میں اپیل کیا مگر نتیجہ افسوسناک نکلا -

مرزا غالب کی تعلیم و تربیت

ہماری گذشتہ تحریر سے ناظرین یہ معلوم کر چکے ہیں کہ مرزا صاحب ابتدائے عمر میں ہی اپنے بزرگوں کے سایہ سے محروم ہو چکے تھے پس ایسی صورت میں اُن کی تعلیم کا کیا انتظام ہو سکتا تھا - مختصر یہ کہ آپ کو تحصیل علوم کا موقع شاذ و نادر ہی ملا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ آپ درس و تدریس سے بالکل محروم ہی رہے اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ مرزا صاحب کے ذوق سلیم اور طبع رسا نے باوجود ایسی رکاوٹوں کے بھی وہ جودت دکھائی کہ بڑے بڑے علما کو دنگ کر دیا - گویا اُن کی طبیعت داری ازلی تھی خیالات کی بلند پروازی اور سخن آفرینی - الفاظ کی تراش خراش سب کچھ طبع زاد تھا ان کو شروع ہی سے فارسی زبان سے ایک خاص تعلق تھا چنانچہ مرزا صاحب ایک رقعہ میں

www.urduchannel.in

اپنی کم استعدادی کا اقرار کرتے ہوئے فارسی زبان کے تعلق کا اشارہ کر کے حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں۔

"علم و ہنر سے عاری ہوں لیکن پچپن برس سے محو سخن گزاری ہوں مبدٔ فیاض کا مجھ پر احسان عظیم ہے۔ ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے فارسی کے ساتھ ایک مناسبت ازلی اور سرمدی لایا ہوں مطابق اہل پارس کے منطق کا مزہ بھی ابدی لایا ہوں۔"

اگرچہ مرزا صاحب باقاعدہ تحصیل علوم سے محروم رہے تاہم قدرت نے ان کی ذہنیت طبعیت اور فکر رسا کی ترقی کے لئے کسی قدر سامان بھی پیدا کر دیا چنانچہ عبدالصمد نامی ایک ایرانی شخص نے جو دراصل پارسی مذہب کا پیرو اور رندو پاشند کا جید عالم تھا اور اب اسلام پر ایمان لے آیا تھا۔ اپنے ملک سے نکل کر سیاحت پر کمر باندھی اور چند روز بعد دہلی پہونچا۔ مرزا غالب ان سے ملاقی ہوئے اور دو برس تک ان کو نہ چھوڑا۔ گو چودہ برس کی عمر اور اس پر مربیوں کا سایہ سر سے اُٹھ جانا بڑی بھری مصیبتیں تھیں تاہم مرزا صاحب نے ان کی ذرا پرواہ نہ کی اور اس روشن ضمیر عالم سے فارسی زبان کی تکمیل کرتے رہے۔

پس اگر کوئی شخص سوال کرے کہ مرزا غالب نے کتنا زمانہ طالب علمی میں گزارا تو مشکل سے کہا جا سکتا ہے کہ محض دو سال۔

جان جائے مگر آن نہ جائے

ہر چند زمانہ۔ آسمان مرزا کے ساتھ دشمنی پر آمادہ تھے اور مرزا طرح طرح کی مصیبتوں میں آئے دن گرفتار رہتے تھے اور کچھ نہیں تو یہی کیا ستم کم تھا کہ ایک ایسے نوجوان جسکی زندگی نوابی عیش و عشرت سے شروع ہوئی ہو انیسی بے سرو سامانی اور گمنامی سے بسر کرے مگر وہ اس کے ساتھ ہی اپنی وضعداری اور خاندانی اعزاز کو قایم رکھنا چاہتے تھے بلکہ اُس کو تکالیف کے بدلے خرید تے تھے جیسا کہ ذیل کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے۔

www.urduchannel.in

۱۸۴۲ء میں گورنمنٹ کو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ دہلی کالج کا انتظام از سر نو کیا جائے۔ چنانچہ ٹامسن صاحب بہادر جو ممالک مغربی و شمالی (اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ) کے لفٹنٹ گورنر رہ چکے تھے دہلی میں اس غرض سے تشریف لائے کہ مدرسین کا امتحان لے کر دو جدید مدرس ایک فارسی دوسرا عربی کا اور رکھیں۔ جب عمائد شہر سے اس بارہ میں صاحب نے صلاح لی تو فارسی کے لئے مرزا غالب کا نام پیش کیا گیا۔ چنانچہ آپ حسب طلب پالکی میں سوار ہو کر صاحب کے پاس گئے۔ جاتے کو تو چلے گئے مگر پالکی سے نہ اترے اور اس انتظار میں ٹھیرے رہے کہ صاحب بہادر استقبال کو آئیں تو اتریں۔ جب دیر ہوئی تو اردلی دوڑا آیا۔ اور اترنے کو کہا۔ مرزا صاحب نے اپنا مافی الضمیر بیان کر دیا۔ جو صاحب سے کہا گیا۔ صاحب باہر آئے اور فرمایا کہ جب آپ دربار کی تقریب پر رئیس کی حیثیت سے تشریف لائینگے تو آپ کا باقاعدہ استقبال کیا جائے گا۔ لیکن چونکہ اس وقت آپ ملازمانہ تعلق سے آئے ہیں اسلئے آپ ایسی تعظیم کے مستحق نہیں۔

مرزا نے کہا کہ میں گورنمنٹ کی خدمات کو باعث ازدیاد مراتب و عزت سمجھتا ہوں پھر یہ کسطرح ممکن ہے کہ میں قدیم عزت بھی بگاڑ الوں۔ اس کے جواب میں صاحب نے کہا کہ قانون کی پابندی نہیں چھوڑی جاتی۔ مرزا نے کہا تو میں عزت فروش نہیں بننا چاہتا۔ یہ کہہ کر چلے آئے۔

خودداری کا تو یہ حال تھا مگر تنگدستی پیچھے پڑی تھی تاہم وہ خوش و خورم نظر آتے تھے اور اپنے آپ کو دولت مندوں میں شمار کرتے تھے اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ تصنع پسند تھے بلکہ چند روزہ زندگی فرحت و انبساط کے ساتھ گزارنا چاہتے تھے اور اپنے دل کو ہزاروں پہلوؤں سے سمجھا لیتے تھے۔ یہ سب کچھ تھا مگر اسکے ساتھ ان کو اپنے ازلی بدقسمت ہونے کا بھی بڑا پختہ یقین تھا جس کا تجربہ بار بار دیکھ چکے تھے۔

مرزا لکھنؤ میں

وطن کی محبت فطرتی اور جبلی ہے۔ جس سے صرف حضرت انسان ہی نہیں

www.urduchannel.in

بلکہ اور مخلوقات کو بھی حصہ ملا ہے جسکے تجربے اور مشاہدے رات دن نظر آتے ہیں
مچھلی پانی سے باہر زندہ نہیں رہ سکتی۔ سمندر کو آگ سے دور رہنے کا مقدور
نہیں۔ علی ہذا القیاس اور بہت سی ایسی قسم کی باتیں ہیں۔

اسی قاعدہ کے موافق اگر مرزا غالب کو اپنے وطن مالوفہ دہلی سے جو غیر معمولی
محبت تھی وہ کچھ تعجب خیز نہیں۔

اگرچہ مرزا صاحب دہلی سے باہر جانا کسی طرح نہ چاہتے تھے تاہم بعض احباب کے
اُبھارنے سے لکھنؤ تشریف لے گئے۔ مگر وطن کی محبت کا اظہار کئے بغیر وہاں بھی نہ
رہ سکے۔ چنانچہ آپ نے ایک مرثیہ فراق دہلی میں تحریر کیا۔ جس کا ہر شعر تیر و نشتر
ہے۔ کون سنگدل سے سنگدل انسان ہے جس کا دل اُس کو پڑھ کر پانی پانی نہیں ہوتا
قصیدے مذکورے کے دو شعر درج ذیل ہیں ؎

چو اندودہ بگرد و مژہ آغشتہ بخوں   خود گواہم کہ ز دہلی بچہ عنواں رفتم
داغ حسرت بدل و شکوۂ اختر بہ زباں   منت از بخت کہ بسیار بہ ساماں رفتم

الغرض جب مرزا صاحب لکھنؤ میں داخل ہوئے تو وہاں کے باکمال اشخاص نے
ہاتھوں ہاتھ لیا اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنا عزیز مہمان بنایا۔ مرزا کی طبیعت بھی
یہاں کے لوگوں کا اخلاق دیکھ کر قدرے بحال ہوئی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ میزبان کے مکان پر بہت سے احباب موجود تھے مرزا
صاحب بھی بذلہ سنجیوں میں محو ہو رہے تھے۔ اسی حالت میں ایک صاحب نے اپنے
دوست سے کہا کہ واللہ یہ باکمال شخص تو آنکھوں پر بٹھانے کے قابل ہے اس کی جس قدر
عزت جتنی قدردانی کی جائے تھوڑی ہے مگر حیف ہے کہ دہلی والوں سے ان کی کچھ
بھی ہمدردی نہ ہو سکی۔

اس گفتگو کی بھنک مرزا کے کان میں بھی پڑ گئی۔ آپ تو بھرے بیٹھے تھے یک
بیک پھوٹ پڑے اور بیقرار ہو کر کہنے لگے سنئے حضرات (میں) پانچ برس کا تھا کہ
میرا باپ مرا۔ نو برس کا تھا کہ چچا مرا۔ اسکی جاگیر کے عوض میں میرے اور میرے شرکائے
حقیقی کے واسطے شامل جاگیر نواب احمد بخش خاں دس ہزار روپیہ سال مقرر ہوئے
انہوں نے نہ دئے مگر تین ہزار روپئے سالانہ۔ ان میں سے خاص میری ذات کا

www.urduchannel.in

حق ساڑھے سات ہزار روپیہ سال فقط۔ یں نے سرکار انگریزی میں ضبن ظاہر کیا۔ کولبرک صاحب بہادر رزیڈنٹ دہلی اور استرلنگ صاحب بہادر سکرٹر گورمنٹ کلکتہ متفق ہوئے میرا حق دلانے پر۔ رزیڈنٹ معزول ہو گئے۔
سکرٹر گورمنٹ بمرگ ناگاہ مرگئے۔ بعد ایک زمانہ کے شاہ دہلی نے پچاس روپے مہینہ مقرر کیا۔ اُن کے ولیعہد اس تقرر کے دو برس بعد مرگئے۔ واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی سرکار سے بہ صلہ مدح گستری پانچ سو روپئے سال مقرر ہوئے وہ بھی دو برس سے زیادہ نہ جئے یعنے اگرچہ اب تک جیتے ہیں مگر سلطنت جاتی رہی۔ اور تباہی سلطنت دو ہی برس میں ہوئی۔ دلی کی سلطنت کچھ سخت جان تھی۔ سات برس مجھ کو روٹی دے کر بگڑی ایسے طالع مربی کش اور محسن سوز کہاں پیدا ہوتے ہیں۔
مجھ کو بعض دوستوں نے صلاح دی کہ میں ریاست حیدرآباد میں تعلق پیدا کروں لیکن اگر میں والی دکن کی طرف رجوع کروں یاد رہے کہ متوسط یا مر جائے گا یا معزول ہو جائے گا۔ اور اگر یہ دو امر واقع نہ ہوں تو کوشش اسکی ضائع جائے گی والی شہر مجھ کو کچھ نہ دے گا۔ اور اگر احیاناً اُس نے سلوک کیا تو ریاست خاک میں مل جائے گی۔ ملک میں گدھے کے ہل پھر جائیں گے[1] الغرض میں پورا پورا سبز قدم ہوں۔
اہل لکھنؤ یہ سن کر ایک سکتے کے عالم میں رہ گئے اور اس کے قائل ہو گئے کہ آسمان۔ زمانہ بیشک اہل کمال کا دشمن ہوتا ہے۔

مرزا غالب کلکتہ میں

مرزا کی ازلی بدبختی جس کے وہ خود بھی قائل تھے ہر جگہ کسی نہ کسی پہلو میں لگ لگائے بغیر نہ رہتی تھی۔ چنانچہ جب آپ کلکتہ تشریف لے گئے تو وہاں کے اہل کمال نے عموماً اور ایران کے سخن سنج اصحاب نے جو ان دنوں کلکتہ میں مقیم تھے خصوصاً آپ کی بہت عزت کی مگر جب مشاعرہ منعقد ہوا اور مرزا صاحب نے اپنی غزل پڑھی

(۱) یہ مضمون اردوئے معلےٰ کے ایک رقعہ کا ہے۔ مولف

www.urduchannel.in

تو چند لوگوں نے جو کہ مرزا قتیل کے شاگرد تھے۔ ایک نقطہ پر اعتراض کیا اور سند یہ مرزا قتیل کے مقرر کردہ اصول پیش کئے۔ لیکن مرزا غالب نے اس غلطی کو تسلیم نہیں کیا بلکہ فرمایا "قتیل کون بلا ہوتا ہے۔ مجھے اُس سے واسطہ ؟ کیا میں فرید آباد کے ایک کھتری بچہ کی بات مان لوں جس بیچارے کو اہل زبان کی کبھی صحبت نہیں نصیب ہوئی اور دہلی یا لکھنؤ کی ہوا بھی نہ لگی"

ان فقرات نے مرزا قتیل کے شاگردوں کے دل پر وہی اثر کیا جو کسی بزرگ کو اُس کے عزیزوں کے سامنے ملامت کرنے سے پیدا ہو سکتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا غالب جیسا باکمال شخص اس قدر دانی اور خاطر تواضع سے محروم رہ گیا جو اُس کے شایان شان تھی اور جس پر اہل کلکتہ (اس واقعہ سے پہلے) آمادہ تھے۔

مرزا کو ایسے واقعات کی امید نہ تھی چنانچہ ان لوگوں کا جوش دیکھ کر مرزا صاحب کو سخت حیرت ہوئی اور اس کے ساتھ ہی یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی طرح اس فوری جوش کو دبایا جائے چنانچہ آپ نے نہایت متانت کے ساتھ ایک مثنوی لکھی۔ جس میں تنازعہ مشاعرہ اور اعتراض و معترضین کی تصویر کھینچکر اور آخر میں اپنا انکسار طبع دکھا کر بہت کچھ معذرت کر کے اپنے کمال کا ثبوت دیا حق تو یہ ہے کہ ایسی جامع مثنوی لکھنا مرزا صاحب ہی کا کام تھا۔ مگر افسوس جس منشا سے یہ لکھی گئی تھی واقعات اوس سے کوسوں دور جا پڑے۔ جب آپ نے جلسہ میں پڑھی تو حاضرین نہایت خاموشی کے ساتھ سنتے رہے اور داد دینے سے آنکھ چرائی اور بجائے اس کے کہ مرزا صاحب سے معافی چاہتے اور اون مہمان نوازیوں اور قدر دانی کی تلافی کرتے جس میں ابتک فروگذاشت ہوئی تھی اہل کلکتہ نے خلاف تمسخر کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ایک حضرت نے مرزا صاحب سے دریافت کیا کہ اِس مثنوی کا آپ نے نام کیا تجویز کیا ہے آپ نے فرمایا "باد مخالف" ایک ذات شریف نے جھٹ گلستان کا فقرہ "یکے از صلحا را باد مخالف در شکم پیچید" بطور پھبتی کے پڑھا۔ اور لوگوں نے علانیہ مسکرانا شروع کیا الغرض مرزا کو کلکتہ سے بے نیل مرام واپس آنا پڑا۔

www.urduchannel.in

مرزا صاحب کے ساتھ ریاست رامپور کا سلوک

مرزا صاحب کی شہرت کمال تو ملک بھر میں گونج چکی تھی اسی لئے باوجود مرزا کے عسرت کے بڑے بڑے رئیس اُن کو وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے چنانچہ ذیل کے خط سے جو مرزا صاحب نے اپنے لایق فایق شاگرد میر مہدی مرحوم کو لکھا ہے اس سلوک اور تعلق کا پتہ چلتا ہے جو ریاست رامپور آپ کے ساتھ کرتی تھی۔ آپ لکھتے ہیں:

میر مہدی تم میرے عادات بھول گئے۔ ماہ مبارک رمضان میں کسی جامع مسجد کی تراویح ناغہ ہوئی ہے؟ میں اس مہینے میں رامپور کیونکر رہتا۔ نواب صاحب مانع رہے۔ اور بہت منع کرتے رہے۔ برسات کے آموں کا لالچ دیتے رہے۔ مگر بھائی میں ایسے انداز سے چلا کر چاند رات کو یہاں آپہونچا۔ یکشنبہ کو غرہ ماہ مقدس ہوا۔ اسی دن سے ہر صبح کو حامد علیخاں کی مسجد میں جاکر جناب مولوی جعفر علی صاحب سے قرآن[1] سنتا ہوں۔ شب کو مسجد جاکر نماز تراویح پڑھتا ہوں۔ کبھی جو جی میں آتی ہے تو وقت صوم مہتاب باغ میں جاکر روزہ کھولتا ہوں۔ اور سرد پانی پیتا ہوں واہ! کیا اچھی طرح عمر بسر ہوتی ہے۔" (گویا یہ سب فرضی فسانہ تھا) اب اصلی حقیقت سنو۔ لڑکوں کو ساتھ لے گیا تھا۔ وہاں انہوں نے میرا ناک میں دم کر دیا تھا بھیجدینے میں وہم آیا۔ کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ہو تو بدنامی عمر بھر رہے۔ اس سبب سے جلد چلا آیا۔ ورنہ گرمی برسات وہیں کاٹتا اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات جاؤنگا۔ اور بہت دنوں تک یہاں نہ آؤنگا قرار داد یہ ہے کہ نواب صاحب جولائی ۱۸۵۹ء سے کہ جس کو یہ دسواں مہینا ہے سو روپیہ مجھے ماہ بماہ بھیجتے ہیں۔ اب میں جو وہاں گیا تو سو روپیہ مہینا بنام دعوت

---

[1] مرزا صاحب کا کلام مجید اور نماز تراویح پڑھنا محض مضمون تماشتی ہے مرحوم کو شراب نوشی سے ان کاموں کی کب فرصت تھی۔

www.urduchannel.in

اور دیا یعنے رامپور رہوں تو دو سو روپئے مہینہ پاؤں اور دلّی رہوں تو سو روپئے بھائی! سو اور دو سو میں کلام نہیں۔ کلام اس میں ہے کہ نواب صاحب دوستانہ و شاگردانہ دیتے ہیں۔ مجھ کو نوکر نہیں سمجھتے ہیں۔ ملاقات بھی دوستانہ رہی معانقہ و تعلیم جیسی طرح احباب میں رسم ہے۔ وہ صورت ملاقات کی ہے۔ لڑکوں سے میں نے نذر دلوائی تھی۔ پس بہرحال غنیمت ہے۔ رزق کے اچھی طرح ملنے کا شکر یہ چاہیئے کمی کا شکوہ کیا؟"

اس سے ظاہر ہے کہ نواب صاحب رامپور اُن کو ملازم کی حیثیت سے تنخواہ نہ دیتے تھے بلکہ مرزا صاحب کو اُستاد یا دوست سمجھ کر شرفا پروری فرماتے تھے۔

مرزا صاحب کی شاعری

چونکہ اُردو تذکرہ نویس کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ فارسی کلام پر اپنی رائے کا اظہار کرے اسلئے ہم بھی اسکو نظر انداز کرکے اُردو کلام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ البتہ جب مرزا صاحب کی تصانیف گنائینگے تو فارسی کتابوں کے نام بھی ناظرین کے سامنے پیش کر دینگے۔

جن باعلم اصحاب نے مرزا غالب کے اُردو کلام کو سرسری نظر نہیں بلکہ بڑے غور و خوض کے ساتھ دیکھا ہے وہ یہ اعتراف کرنے میں ہرگز تامل نہ کرینگے کہ مرزا کی اُردو زبان رشک فارسی ہے۔ خصوصاً وہ کلام جو کہ مرحوم نے شروع میں کہا تھا مرزا صاحب اپنے انداز مشکل پسندی اور روش خاص پر ناز و فخر کیا کرتے تھے جو ایک حد تک بیجا نہ تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں سے

ادائے خاص سے غالبؔ ہوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

وہ اپنے کلام کی بلاغت اور مشکل پسندی کی بابت خود فرماتے ہیں۔

رباعی

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل
سُن سُن کے اسے سخنوران کامل
[illegible]
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

www.urduchannel.in

اسی طرح پر ایک اور شعر فرمایا ہے ؎

آگہی دامِ شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا

مرزا صاحب کی مشکل پسندی کی عام طور پر شکایت تھی۔ بڑے بڑے سخن فہم اصحاب سُن سُن کر حیران رہ جاتے تھے اور اکثر احباب آسان کہنے کی فرمایش کیا کرتے تھے چنانچہ ایک مشاعرہ میں مرزا صاحب شریک ہوئے تو ایک نوجوان خوش مزاج شاعر عیش نامی نے طرحی غزل کے سلسلہ میں قطعہ ذیل پڑھا جس میں مرزا صاحب سے خطاب کیا گیا تھا۔

قطعہ

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے | مزہ کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے
کلامِ میر سمجھے اور زبانِ میرزا سمجھے | مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

چونکہ مرزا صاحب کی طبیعت نہایت ہی بے نیاز واقع ہوئی تھی اس لئے آپ نے فوراً اس کے جواب میں فرمادیا ؎

نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا | نہ سہی گر مرے اشعار میں معنے نہ سہی

نظم کا بدیہی اور واقعات پر مبنی لکھنا جس قدر مشکل ہے اس کا اندازہ سخن سنج اصحاب ہی خوب کر سکتے ہیں۔ پہروں دنوں کے فکر کے بعد ایک شعر یا غزل موزوں کر دینا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ حضرت غالب کو چند تقریبوں پر بدیہہ کلام کہنے کا موقع ہوا اور آپ نے کہا اور خوب کہا۔

چنانچہ آپ کے کلکتہ تشریف لے جانے پر مولوی کرم حسین صاحب نے ایک چکنی ڈلی (چھالیہ) پیش کر کے کہا کہ اس پر کچھ طبع آزمائی فرمائیے آپ نے فوراً ہی یہ قطعہ موزوں کیا۔

قطعہ

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی | زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہئے
خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھئے | ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہئے
اخترِ سوختہ قیس سے نسبت دیجے | خالِ مشکینِ رخِ دلکش لیلیٰ کہئے
حجر الاسود دیوارِ حرم کیجے فرض | نافہ آہوئے بیابانِ ختن کا کہئے
صومعہ میں اُسے ٹھیرائیے گر مُہرِ نماز | میکدہ میں اسے خشتِ خمِ صہبا کہئے

www.urduchannel.in

مِسی آلودہ سر انگشت حسیناں لکھئے　　مرلِ پستانِ پریزاد سے مانا کہئے
اپنے حضرت کے کفِ دست کو دل کیجے فرض
اور اس چکنی سپاری کو سوید لکھئے

اسی طرح ایک روز جب کہ مرزا غالب روپیوں پیسوں سے بالکل خالی بیٹھے تھے آپ کا صاحبزادہ آیا اور کہا کہ ابا جان ہمیں مٹھائی منگادو۔ جواب ملا کہ پیسے نہیں وہ بیچارہ سادہ دل لڑکا بکس کھول کر اسکی تلاشی لینے لگا مرزا صاحب نے فوراً فرمایا کہ ؎

درم و دام اپنے پاس کہاں
چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں

شمس العلما مولوی محمد حسین صاحب آزاد اپنے تذکرہ میں تحریر کرتے ہیں "ایک دن اُستاد مرحوم (حضرت ذوق) سے مرزا صاحب (غالب) کے انداز نازک خیالی کا اور فارسی ترکیبوں کا اور لوگوں کی مختلف طبیعتوں کا ذکر تھا۔ میں نے کہا کہ بعض شعر صاف بھی نکل جاتا ہے تو قیامت ہی کر جاتا ہے۔ فرمایا خوب! پھر کہا کہ جو مرزا کا شعر ہوتا ہے اس کی لوگوں کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ شعر ان کے میں تمہیں سناتا ہوں کئی متفرق شعر پڑھے تھے ایک اب تک خیال میں ہے ؎

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

اس میں کلام نہیں کہ وہ اپنے نام کی تاثیر سے مضامین و معانی کے شیر تھے دو باتیں ان کے انداز کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں اوّل یہ کہ معنی آفرینی اور نازک خیالی ان کا شیوہ خاص تھا۔ دوسرے چونکہ فارسی کی مشق زیادہ تھی اور اس سے انہیں طبعی تعلق تھا اسلئے اکثر الفاظ اس طرح ترکیب دیتے جاتے تھے کہ بول چال میں اس طرح بولتے نہیں۔ لیکن جو شعر صاف نکل گئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ جواب نہیں رکھتے۔"

آخر زمانہ میں مرزا صاحب نے اپنے بعض احباب کی فرمایش سے آسان کہنا شروع کیا۔ چنانچہ دیوان کا آخری حصّہ بسہولت سمجھ میں آتا ہے۔ ہم آیندہ دونوں قسم کے کلام کا نمونہ درج کرینگے۔

اس میں شک نہیں کہ ہر شاعر کا رنگ جدا گانہ ہوتا ہے اور اس نے اپنی دنیا

www.urduchannel.in

خاص کا فخر ہو تو بیجا نہیں۔ ذوق مرحوم اور مرزا غالب کے کلام دیکھنے سے انمیں بین فرق نظر آتا ہے اور بادی النظر میں کہا جاتا ہے کہ اپنی اپنی جگہ پر دونوں ہی استاد ہیں لیکن بعض منصف مزاج سخن فہم اصحاب کہتے ہیں کہ ملک الشعرا کے خطاب اور بادشاہ کی اُستادی کے لئے زیادہ موزوں مرزا غالب ہی تھے مگر بقول شخصے ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تو سہرے حضرت ذوق کی نیک طالعی اور مرزا کی ازلی محرومی ایسا کیوں ہونے دینے لگی تھی۔

بہادر شاہ ظفر شاہ دہلی کے عزیز بیٹے مرزا جوان بخت ولی عہد سلطنت کی شادی کی تقریب پر جس میں ایشیا کی شان و شوکت اور شاہی تزک احتشام دکھانے میں لاکھوں روپئے صرف ہوئے تھے مرزا صاحب نے ایک نہایت نفیس سہرا لکھ کر شاہ دہلی کی خدمت میں گذرانا امید یہ تھی کہ حضور سے بیش بہا انعام لیں گے۔ مگر وہاں الٹی پڑی کیونکہ آپ نے مقطع میں لکھا تھا کہ ؎

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

بادشاہ نے خیال کیا کہ یہ ہمارے استاد ذوق اور خود ہم سے چھیڑ ہے کہ اس سے بہتر کوئی سہرا نہیں لکھ سکتا حضور ابھی اسی فکر میں بیٹھے تھے کہ استاد قلعہ میں تشریف لائے مرزا صاحب کا سہرا دکھایا انہوں نے معمولی الفاظ میں تعریف کی بادشاہ نے فرمایا کہ میں نے اسلئے آپ کو یہ سہرا نہیں دکھایا ہے۔ بلکہ اس سے غرض یہ ہے کہ آپ بھی اسی زمین میں سہرا لکھیں مگر ذرا مقطع پر نظر رہے۔ حضرت ذوق وہیں دوات قلم لے کر بیٹھ گئے اور چند گھنٹوں میں سہرا لکھ کر حضور میں پیش کر دیا اب بادشاہ نے دونوں سہروں کو مشتہر کرا دیا بلکہ اکثر طوائفوں کو ازبر یاد کرا کے محفل رقص منعقد کرائیں۔ دوسرے روز دونوں سہرے اخبارات میں مشتہر ہو گئے۔ اس میں شک نہیں کہ استاد ذوق کا سہرا مرزا صاحب کے سہرہ سے بہت بڑھ گیا تھا اور بادی النظر میں مرزا کی ہیٹی ہو گئی تھی لیکن جو لوگ سخن گوئی سے خاص

www.urduchannel.in

دلچسپی لیتے ہیں اور اپنا بہت سا وقت اسکی نظر کرتے ہیں ان سے پوشیدہ نہیں ہے کہ کلام سامنے رکھکر مقابلتہً لکھنا اس کے ہر قسم کے نشیب و فراز کے پہلو دں پر نظر رکھنے اور طبعزاد موزون کرنے میں وہی فرق ہے جو تقلید و ایجاد میں۔

الغرض دونوں سہرے تمام شہر میں مشہور ہو گئے اور رفتہ رفتہ مرزا صاحب کے کان تک بھی پہونچے اب تو وہ سٹ پٹا گئے اور جھٹ قطعہ معذرت لکھکر حضور میں گذرانا۔

دونوں سہرے تو ہم آگے چل کر ایک اور موقع پر درج کرینگے لیکن فی الحال مرزا کا قطعہ معذرت ناظرین کو سناتے ہیں ؂

مرزا کا قطعہ معذرت بحضور ظفر شاہ بہادر

منظور ہے گذارش احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے

سو پشت سے ہے پیشہ آبا سپہ گری
کچھ شاعری ذریعہ عزت نہیں مجھے

آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہوں
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھے

استاد شہ سے مجھے پُر خاش کا خیال
یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے

جام جہاں نما ہے شہنشاہ کا ضمیر
سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے

میں کون اور ریختہ! ہاں اس سے مدعا
جز انبساط خاطر حضرت نہیں مجھے

سہرا لکھا گیا زرہِ امتثال امر
دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہیں مجھے

مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات
منظور اس سے قطع محبت نہیں مجھے

روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ
سودا نہیں جنوں نہیں وحشت نہیں مجھے

صادق ہوں اپنے قول کا غالب خدا گواہ
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

سلہ مرزا صاحب یہاں بھی اپنی عادت سے نہ چوکے شاعری کے فن سے اپنے آپکو بچا گویا یہ ظاہر کیا کہ استاد ذوق کو صرف شاعری کے ہی ذریعہ سے عزت حاصل ہوئی ہے۔ (نظر ثانی)

www.urduchannel.in

مرزا صاحب کی تصانیف

فارسی کُتب

مجموعۂ قصائد:- کچھ قصیدے حمد و نعت میں ہیں کچھ اہل بیت ظفر شاہ و بعد علیشاہ نیز بعض عہدہ دار انگریزوں کی مدح میں ہیں +

دیوان:- اس میں غزلوں کے علاوہ قصائد بھی شامل کردئے گئے ہیں اور یہ مجموعہ مطبوعہ دستیاب ہوتا ہے +

نامۂ غالب:- مرزا کے قاطع برہان کے جواب میں حافظ عبد الرحیم صاحب ایک نابینا نے مقام میرٹھ سے ایک کتاب بنام ساطع برہان لکھی اس کے جواب میں مرزا صاحب نے نامۂ غالب بطور خط کے ان کے پاس بھیجا +

مہر نیمروز:- شاہی طبیب حکیم احسان اللہ خان مرحوم کے اشارہ سے مرزا صاحب نے یہ تاریخ لکھی جس میں امیر تیمور کے زمانہ سے لے کر ہمایون کے زمانہ تک کا حال قلمبند کیا اس کے صلہ میں ۱۸۵۰ء میں نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خان غالب بہادر نظام جنگ کا خطاب پایا۔ دوسری جلد میں مغلیہ خاندان کے باقی بادشاہوں کا حال لکھا جانا تھا اور جس کا نام ماہ نیم ماہ مرزا نے تجویز کیا تھا افسوس بوجہ غدر ہو جانے کے نہ لکھی جاسکی +

پنج آہنگ:- یہ پانچ بابوں پر منقسم ہے +

قاطع برہان:- یہ کتاب اول ۱۸۶۲ء میں چھپی مگر بعد چندے اس میں کچھ تبدیلی کر کے درفش کاویانی کے نام سے چھاپا۔ برہان قاطع پر اعتراض کئے۔ مگر اہل ملک نے تسلیم نہ کیا +

سبد چین:- یہ فارسی کے چند قصیدوں۔ قطعوں۔ رقعات کا مجموعہ ہے +

دستنبو:- یہ غدر کی تاریخ ہے۔ جس میں دہلی کی بربادی اور بغاوت کی کیفیت علاوہ اپنے ذاتی حالات بھی قلمبند کئے ہیں +

www.urduchannel.in

اُردو تصانیف

دیوانِ غالب: یہ قصیدوں۔ غزلوں۔ رباعیات۔ قطعات۔ مثنوی۔ متفرقات اور ناتمام غزلوں کا مجموعہ ہے اس کے کل اشعار قریب اٹھارہ سو کے ہیں جس میں سے ۱۵۰۰ اشعار غزلیات کے ہیں اور ۱۹۲ قصیدوں کے قطعوں کے ۱۱۱۔ مثنوی کے ۴۴ رباعیات کے سولہ اور دو تاریخوں کے چار شعر ہیں اس میں آسان اور مشکل دونوں قسم کا کلام درج ہے +

عودِ ہندی: یہ تقریظوں دیگر نثر اور خطوط کا مجموعہ ہے اس کے بعض خطوط میں علمی تحقیقات کی چاشنی موجود ہے جو سخن سنج اصحاب کے لئے ایک حد تک دلچسپ ہو سکتی ہے +

اردوئے معلّٰی: یہ اُن خطوط کا مجموعہ ہے جو مرزا صاحب نے اپنے مختلف دوستوں۔ شاگردوں اور عزیزوں کو لکھتے تھے ان کا روزمرہ ایسا صاف ہے کہ اِن کو پڑھنے سے ایسا سماں بندھتا ہے کہ گویا خود متکلم بیٹھا ہوا باتیں کر رہا ہے۔ گو یہ اردو ہے مگر بعض بعض جگہ ایسی عجیب و غریب تراکیب استعمال کی گئی ہیں کہ عام کانوں کو غیر مانوس محسوس ہوتی ہیں۔ مگر ان سے اُس حقیقی مناسبت کا پتہ لگتا ہے جو مرزا کو فارسی زبان کے ساتھ خلقتاً تھی +

مرزا کی ظرافت طبعی

مرزا اگرچہ عسرت میں بسر کرتا تھا مگر پھر بھی وقت کو نہایت خوشی کے ساتھ گزارتا تھا۔ جس کا پتہ ذیل کے لطائف سے بخوبی چلتا ہے +

لطیفہ

ایک روز مرزا صاحب اپنے دوست مولوی فضل حق کے مکان پر تشریف لے گئے مولوی صاحب نے جیسا کہ اُن کا تکیہ کلام تھا مرزا کو "بیا برادر آؤ بھائی" کہہ کر بٹھا لیا ابھی چند ہی لمحے گذرے تھے کہ مولوی صاحب کی آشنا طوائف بھی آدھمکی۔ مرزا نے کہا کہ اب "الکلام مرۃ بہ نشیں مادر بیٹھ ری مائی" بھی پڑھو

www.urduchannel.in

پیچھے کہنے کی ضرورت نہیں کہ مولوی صاحب پر پانی کے سینکڑوں گھڑے پڑ گئے تھے۔

شیطان غالب ہے

رمضان کا مہینہ تھا مرزا صاحب اپنے ایک دوست کے ہاں تشریف لے گئے پان منگوا کر نوش فرمایا اس پر حاضرین میں سے ایک صاحب نے اچنبھے کے لہجہ میں کہا جناب روزہ نہیں رکھتے۔ مرزا نے کہا شیطان غالب ہے۔

کیا جاڑے میں بھی نہیں پیو گے

موسم سرما میں نواب مصطفےٰ خان مرزا کے مکان پر تشریف لائے۔ مرزا نے جام شراب لبریز کر کے نواب صاحب کے سامنے کیا۔ نواب صاحب نے مرزا کا منہ دیکھ کر کہا کہ جناب میں تو توبہ کر چکا۔ مرزا نے نہایت ہی سادگی سے کہا کیا جاڑے میں بھی نہیں پیو گے۔

دعا کی ضرورت نہیں

ایک مولوی صاحب نے مرزا کو شراب پینے سے منع کیا آپ نے پوچھا آخر اس میں ہرج کیا ہے مولوی صاحب نے فرمایا کہ ادنےٰ نقصان یہ ہے کہ شرابی کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ مرزا نے کہا کہ میرے پاس شراب۔ بےفکری۔ صحت سب کچھ موجود ہے پھر دعا کس چیز کے لئے مانگنے کی ضرورت رہی۔

لطیفہ

جس کلال سے مرزا کا حساب تھا ایک مرتبہ اس کا بہت سا روپیہ مرزا پر چڑھ گیا۔ اس نے ہر چند تقاضا کیا مگر مرزا کے پاس تھا ہی کیا۔ مجبوراً نالش کر دی۔ رفتہ رفتہ مقدمہ بہادر شاہ کے دربار میں پہونچا مرزا کے نام سمن آیا۔ آپ نے اس پر بجائے تعمیل کرنے کے مندرجہ ذیل شعر لکھ دیا۔

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

www.urduchannel.in

بادشاہ اس شعر کو پڑھ کر بہت دیر تک مسکراتے رہے اور شاہی خزانہ سے قرض کا روپیہ ادا کر دیا۔

لطیفہ

غدر کے مکروہ واقعہ کے بعد جبکہ بغاوت کے شبہ میں مرزا کی پنشن سرکار انگریزی سے بند ہو گئی تو آپ نے اپنے ایک دوست سے جو سرکاری عہدہ دار تھا حسب ذیل الفاظ میں پنشن بند ہونے کی شکایت کی "عمر بھر میں ایک دن شراب نہ پی ہو تو کافر اور ایک دفعہ بھی نماز پڑھی ہو تو مسلمان نہیں۔ پھر میں نہیں جانتا کہ مجھے سرکار نے باغی مسلمانوں میں کس طرح شامل سمجھا۔"

لطیفہ

دھوکے میں نجات ہو گئی

ایک بھوپالی حضرت دہلی کے سیر کو تشریف لائے یہاں آکر خیال پیدا ہوا کہ مرزا سے بھی ملنا چاہئے۔ چنانچہ آپ مرزا کے مکان پر پہونچے۔ علیک سلیک ہوئی بیٹھ گئے۔ گرمی کا موسم تھا۔ سامنے سرخ شربت (شراب) شیشہ میں بھرا ہوا رکھا تھا اور گلاس اوس پر اوندھا ہوا تھا۔ بھوپالی صاحب کو پیاس نے ستایا تو حضرت نے شیشہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ مرزا کے مزاج دان دوست نے بتایا کہ اس شیشہ میں لال پری ہے تو بھوپالی صاحب کا رنگ زرد ہو گیا اور کہا کہ میں نے شربت سمجھ کر دھوکا کھایا۔ مرزا نے سادگی سے کہا زہے نصیب کہ تمہاری دھوکے میں نجات ہو گئی۔

لطیفہ

رات کے وقت مرزا صاحب سرور کے عالم میں پلنگ پر پڑے ہوئے تھے چند احباب بھی حاضر تھے فرمانے لگے "جو کام بے صلاح و مشورہ ہو تا ہے بے ڈھنگا ہوتا ہے۔ خدا نے ستارے آسمان پر کسی سے مشورہ کر کے نہیں بنائے جبھی بکھرے ہوئے ہیں۔ نہ کوئی سلسلہ۔ نہ زنجیر۔ نہ بیل۔ نہ بوٹا۔"

www.urduchannel.in

مرزا غالب کے شاگرد

سب سے اوّل نمبر پر مرزا کے شاگرد جناب مولانا مولوی الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی ہیں جن کا نام نامی زیادہ تشریح طلب نہیں۔ آپ کی قومی خدمات اظہر من الشمس ہیں حضرت ناظم نواب رامپور بھی مرزا کے شاگرد تھے جن کا کلام ملک میں شائع ہو چکا ہے اعلیٰ پایہ کا ہے۔

نواب ضیاء الدین خاں علاء الدین خاں۔ علاء الدین خان صاحبان میں سے اوّل الذکر نواب احمد بخش خاں مرحوم کے فرزند تھے اور ثانی الذکر موخرالذکر صاحب رئیسان ریاست لوہارو یہ تینوں صاحب مرزا کے شاگرد تھے اور مسلوک رہتے تھے۔

علاوہ ازیں میر مہدی مجروح۔ میر سرفراز حسین۔ نواب یوسف مرزا منشی ہرگوپال تفتہ معروف مرزا التفتہ عارف وغیرہ اصحاب آپ کے فیض صحبت سے بہرہ یاب ہوتے تھے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ ہونگے جو مرزا کے چشمہ فیض سے سیراب ہوتے ہونگے مگر افسوس ہم اُن کے ناموں سے واقف نہیں اسلئے ناظرین کے سامنے ہیچمدانی کا اقرار کرتے ہیں۔

مرزا کے کلام کا مقابلہ اُنکے ہمعصروں سے

ہم ناظرین سے وعدہ کر آئے ہیں کہ آگے چل کر مرزا غالب اور ذوق کے سہرے درج کرینگے اسلئے ہم پہلے انہیں کو ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

سہرا مرزا غالب بہ تقریب شادی شہزادہ جواں بخت

خوش ہو اے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا	باندھ شہزادہ جواں بخت کے سر پر سہرا
کیا ہی اس چاند سے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے	ہے ترے حسن دل افروز کا زیور سہرا

www.urduchannel.in

سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے پر اے طرفِ کلاہ
مجھ کو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لمبر سہرا

ناؤ بھر کر ہی پروئے گئے ہوں گے موتی
ورنہ کیوں لائے ہیں کشتی میں لگا کر سہرا

سات دریا کے فراہم کئے ہوں گے موتی
تب بنا ہوگا اس انداز کا گز بھر سہرا

یہ بھی اک بے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے
رہ گیا آن کے دامن کے برابر سہرا

جی میں اترائیں نہ موتی کہ ہمیں ہیں اک چیز
چاہیے پھولوں کا بھی ایک مقرر سہرا

جبکہ اپنے میں سماویں نہ خوشی کے مارے
گوندھے پھولوں کا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا

رخِ روشن کی دمک گوہرِ غلطاں کی چمک
کیوں نہ دکھلائے فروغِ مہ و اختر سہرا

تار ریشم کا نہیں ہے یہ رگِ ابرِ بہار
لائیگا تابِ گرانبارئ گوہر سہرا

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

سہرا حضرت ذوق جو جواباً بہادر شاہ کے ایما سے لکھا گیا

اے جواں بخت مبارک تجھے سر پر سہرا
آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا

آج وہ دن ہے کہ [illegible] دُرِ انجم سے فلک
کشتئ زر میں مہِ نو کی لگا کر سہرا

تابشِ حسن سے مانندِ شعاعِ خورشید
رخِ پر نور پہ ہے تیرے منور سہرا

وہ کہے صلِ علیٰ - یہ کہے سبحان اللہ
دیکھے مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

تابنی اور بنے میں رہے اخلاص بہم
گوندھئے سورۂ اخلاص کو پڑھ کر سہرا

دھوم ہے گلشنِ آفاق میں اس سہرے کی
گائیں مرغانِ نواسنج نہ کیونکر سہرا

روئے فرخ پہ جو ہیں تیرے برستے انوار
تار بارش سے بنا ایک سراسر سہرا

ایک کو ایک پہ تزئین ہے دمِ آرائش
سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

اک گہر بھی نہیں صد کان گہر میں چھوڑا
تیرا بنوایا ہے لے لے کے جو گوہر سہرا

پھرتی خوشبو سے ہے اترائی ہوئی بادِ بہار
اللہ اللہ رے پھولوں کا معطر سہرا

سر پہ طرہ ہے مزین تو گلے میں بدھی
کنگنا ہاتھ میں زیبا ہے تو منہ پر سہرا

رونمائی میں تجھے دے مہ و خورشید فلک
کھول دے منہ کو جو تو منہ سے اٹھا کر سہرا

www.urduchannel.in

[illegible] نظر عجب تماشائیوں تلک
وہم نقادہ ترے روے نکو پر سہرا

معشوق آپ مضامین سے بنا کر لایا
واسطے تیرے ترا ذوق شناسا سہرا

جسکو دعوے ہے سخن کا یہ سنا دے اسکو
دیکھ اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

منتخب غزل میرزا غالب

نوید امن ہے بیداد دوست جاں کے لئے
رہی نہ طرز ستم کوئی آسماں کے لئے

بلا سے گر مژۂ یار تشنۂ خوں ہے
رکھوں کچھ اپنی بھی مژگان خوں فشاں کیلئے

وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں روشناس خلق اے خضر
نہ تم کہ چور بنے عمر جاوداں کے لئے

فلک نہ دور رکھ اس سے مجھے کہ میں ہی نہیں
دراز دستی قاتل کے امتحاں کے لئے

مثال یہ میری کوشش کی ہے کہ مرغ اسیر
کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کیلئے

مدحیہ

دیا ہے خلق کو بھی تا اسے نظر نہ لگے
بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لئے

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

نصیر دولت و دیں اور معین ملت و ملک
بنا ہے چرخ بریں جسکے آستاں کیلئے

زمانہ عہد میں اسکے ہے محو آرایش
بنینگے اور ستارے اب آسماں کے لئے

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

منتخب غزل حضرت ذوق مرحوم

نہیں ثبات بلندی عز و شاں کے لئے
کہ ساتھ اوج کے پستی ہے آسماں کے لئے

وہ دل رہا نہ جگر دونوں جل کے خاک ہوئے
رہا ہے سینہ میں کیا چشم خوں فشاں کیلئے

www.urduchannel.in

اگر امید نہ ہمسایہ ہو تو خانۂ یاس
بہشت ہے ہمیں آرام جاوداں کے لئے

وہ مول لیتے ہیں جب دم کو کوئی تیغ تلے
لگاتے پہلے مجھی پر ہیں امتحاں کے لئے

مطلع

صبا جو آئے خس و خار گلستاں کے لئے
قفس میں کیوں نہ پھڑک کے دل آشیاں کے لئے

بیان درد محبت جو ہو تو کیوں کر ہو
زباں نہ دل کے لئے ہے نہ دل زباں کے لئے

حجر کے چومنے ہی پر ہے حج کعبہ اگر
تو بوسے ہم نے بھی اس سنگ آستاں کے لئے

بلند ہووے اگر کوئی میرا شعلۂ آہ
تو ایک اور ہے خورشید آسماں کے لئے

مطلع

فروغ عشق سے ہے روشنی جہاں کے لئے
یہی چراغ ہے اس تیرہ خاکداں کے لئے

سبب ہے ہول کہ برہم نہ ہو مزاج کہیں
بچا ہے ہول دل اپنے مزاجداں کے لئے

چلے ہیں دیر کو مدت میں خانقاہ سے ہم
شکست توبہ لئے ارمغاں مغاں کے لئے

اشارہ چشم کا تیرے یکایک اے قاتل
ہوا بہانہ مری مرگ ناگہاں کے لئے

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف
اور اس ضعیف سے کل کام دو جہاں کے لئے

انتخاب غزل مومن

نہ پائے یار کے بوسے نہ آستاں کے لئے
عبث میں خاک ہوا میل آسماں کے لئے

وہ لعل روح فزا دے کہاں تلک بوسے
کہ جو ہے کم ہے یہاں شوق جاں فشاں کے لئے

خلاف وعدۂ فردا کی ہم کو تاب کہاں
امید یک شبہ ہے پاس جاوداں کے لئے

بھلا ہوا کہ وہ غلط آزما ستم سے موئے
ہمیں بھی دینی تھی جاں عاشق کے امتحاں کے لئے

کہاں وہ عیش اسیری کہاں وہ امن قفس
ہے بیم برق بلا روز آشیاں کے لئے

لیا ہے دل کے مومن زبان سے رقیب تو دوں
میں اور آپ کی سوداگری زباں کے لئے

حجاب چرخ بلا ہے ہوا کرے بے تاب
فغاں اثر کے لئے اور اثر فغاں کے لئے

سعادت فزا ہے سحر حلال مومن سے
ملا نہ معجزہ یاقوت لب بتاں کے لئے

www.urduchannel.in

متفرق باتیں

شکل وصورت لباس :- مرزا صاحب کشیدہ قامت اور وجیہ تھے عالم شباب میں ان کا رنگ سُرخ وسپید تھا مگر داڑھی کے بال گھنے تھے۔ سر کے بالوں کا اکثر منڈایا بول دیا کرتے تھے۔ سر پہ بالوں کی ایرانی ٹوپی اوڑھتے تھے یا پگڑی باندھتے تھے شرفائے دہلی کا عام لباس پہنتے تھے جس میں ایرانی جھلک بھی نظر آجاتی تھی غرارہ دار ڈھیلے پائچوں کا پاجامہ پہنتے تھے۔ جوغہ بھی ضرور ہوتا تھا۔

شادی اور اولاد :- ہندوستانی طرز معاشرت کے موافق مرزا کی شادی تیرہ سال کی عمر میں نواب الٰہی بخش خاں صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔ مرزا کی طبیعت گو آزاد واقع ہوئی تھی مگر تاہم چونکہ بیوی ایک معروف خاندان کی تھی اسلئے اسکی دلجوئی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے تھے۔

افسوس کہ باوجودیکہ مرزا صاحب کے سات بچے پیدا ہوئے مگر ایک بھی عمر طبعی کو نہ پہونچا۔

اولاد نہ ہونا انسان کو بچوں کا ندیدہ کر دیتا ہے خصوصاً مستورات کو بانچہ مرزا صاحب کی بیوی نے زین العابدین خاں عارف مرحوم کے دو بیٹوں کو بڑی نازبرداری سے پالا اور مرزا صاحب بھی اُن سے یہاں تک مانوس ہوئے کہ آخری عمر میں ساتھ ہی ساتھ لئے پھرا کرتے تھے اور اُن کے آرام کو اپنے آرام پر ترجیح دیتے تھے مگر افسوس کہ اُن کی عمر نے بھی وفا نہ کی مرزا کی وفات کے چند روز بعد اپنی خالہ کو دو نئے داغ دے کر چلتے ہوئے۔

مرزا کا مذہب :- اگرچہ مرزا صاحب کا تمام خاندان اہل سنت جماعت تھا مگر وہ خود مذہب شیعہ کے پیرو تھے۔ مذہب کے چھپانے کی کوشش نہ کرتے تھے کیونکہ اتنے خفیف اختلاف کی وجہ سے ان کے عزیز واقارب اُن سے ملنے سے آنکھ نہ چُراتے تھے آپ مولانا فخر الدین (پیشوائے اہل تسنن) کے خاندان کے مرید بھی تھے۔ صحیح یہ ہے کہ مرزا مذہب کی قید سے آزاد تھے کیونکہ وہ شراب کو

www.urduchannel.in

پانی کی طرح استعمال کرتے تھے جسکو دونوں فرقے حرام سمجھتے ہیں۔

انتخاب کلام مرزا غالب مرحوم

مشکل کلام

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

کاوکاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

جذبۂ بے اختیاری شوق دیکھا چاہیئے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

آگہی دام شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالم تحریر کا

بس کہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیر پا
موئے آتش دیدہ ہے حلقہ میری زنجیر کا

دیگر

بیاں کیا کیجئے بیداد کاوشہائے مژگاں کا
کہ ہر اک قطرۂ خوں دانہ ہے تسبیح مرجاں کا

نہ آئی سطوت قاتل بھی مانع میرے نالوں کو
لیا دانتوں میں جو تنکا ہوا ریشہ نیستاں کا

دکھاؤنگا تماشہ دی اگر فرصت زمانے نے
مرا ہر داغ دل اک تخم ہے سرو چراغاں کا

کیا آئینہ خانہ کا وہ نقشہ تیرے جلوہ نے
کرے جو پرتو خورشید ستم شبنم کا

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولا برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا

اُگا ہے گھر میں ہر سو سبزہ ویرانی تماشہ کر
مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے درباں کا

ہنوز اک پرتو نقش خیال یار باقی ہے
دل افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زنداں کا

نہیں معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا
قیامت ہے سرشک آلودہ ہونا تیری مژگاں کا

نظر میں ہے ہماری جادۂ راہ فنا غالب
کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجزائے پریشاں کا

دیگر

گلہ ہے شوق کو بھی دل میں تنگیٔ جا کا
گہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا

یہ جانتا ہوں کہ تو اور پاسخ مکتوب
مگر ستم زدہ ہوں ذوق خامہ فرسا کا

www.urduchannel.in

خدایا پائے خزاں سے بہار اگر ہے یہی | دوام کلفت خاطر ہے عیش دنیا کا
غم فراق میں تکلیف سیر باغ نہ دو | مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بیجا کا

فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اس کو یاد اسد
جفا میں اسکی ہے انداز کارفرما کا

دیگر

ہے کس قدر ہلاک فریب وفائے گل | بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل
آزادی نسیم مبارک کہ ہر طرف | ٹوٹے پڑے ہیں حلقۂ دام ہوائے گل
ایجاد کرتی ہے اسے تیرے لئے بہار | میرا رقیب ہے نفس عطر سائے گل
غالب مجھے ہے اس سے ہم آغوشی آرزو | جس کا خیال ہے گل جیب ہوائے گل

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا | تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آیا
بفیض بیدلی نومیدی جاوید آساں ہے | کشائش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا

دہر میں نقش وفا وجہ تسلی نہ ہوا | ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا
سبزۂ خط سے ترا کاکل سرکش نہ دبا | یہ زمرد بھی حریف دم افعی نہ ہوا

کل کے لئے کر آج نہ خست شراب میں | یہ سوء ظن ہے ساقیٔ کوثر کے باب میں

ہے مشتمل نمود صور پر وجود بحر | یاں کیا دھرا ہے قطرۂ و موج و حباب میں
ہے غیب غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود | ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

درد منت کش دوا نہ ہوا | میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

آسان کلام

غزل

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا | اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

www.urduchannel.in

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا - کوئی غمگسار ہوتا

رگِ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بری بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

ہوے مر کے ہم جو رسوا ہوے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اُٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

دیگر

کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی

موت کا ایک دن معیّن ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
پر طبیعت اِدھر نہیں آتی

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چُپ ہوں
ورنہ کیا بات کر نہیں آتی

کیوں نہ چیخوں کہ یاد کرتے ہیں
میری آواز گر نہیں آتی

داغِ دل گر نظر نہیں آتا
بو بھی اے چارہ گر نہیں آتی

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی
موت آتی ہے پر نہیں آتی

کعبہ کس مُنہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

دلِ ناداں تُجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے

ہم کو اُن سے وفا کی ہے اُمید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

میں بھی مُنہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

www.urduchannel.in

جان تم پر نثار کرتا ہوں | میں نہیں جانتا دعا کیا ہے

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب
مفت مل جائے تو برا کیا ہے

دیگر

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے | تمہیں بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے
نہ شعلے میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا | کوئی بتائے کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے
یہی لطافت گفتار - اور اگر ہو بھی | تو کس امید پہ کہئے کہ آرزو کیا ہے
ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا | وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن | بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے
محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا | اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

کہاں میخانہ کا دروازہ غالب اور کہاں زاہد
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن | خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

رونے سے اور عشق میں بے باک ہو گئے | دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے

ابن مریم ہوا کرے کوئی | میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

سفینہ جبکہ کنارہ پہ آ لگا غالب | خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہئے

پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہیں | پھر وہی زندگی ہماری ہے

وفات تاریخ اور انتقال

مرزا صاحب نے اپنے انتقال سے پہلے اپنی تاریخ کا تاریخی قطعہ کہا جو حسب ذیل ہے

www.urduchannel.in

منکہ باشم کہ جاوداں باشم — چوں نظیری نماند و طالب مرد
در بہ پرسند در کدامیں سال — مرد غالب۔ بگو کہ غالب مرد

اگر مرزا کی لسان الغیبی اور پیشین گوئی صحیح ہوتی تو اس حساب سے اُن کا انتقال ۱۲۷۷ھ میں ہوتا مگر نہیں ہوا اتفاق سے اسی سال دہلی میں وبا پھیلی اس پر مرزا صاحب اپنے ایک لایق شاگرد کو لکھتے ہیں۔

"وبا کو کیا پوچھتے ہو۔ قدر انداز کے ترکش میں یہی ایک تیر باقی تھا قتل ایسا عام۔ لوٹ ایسی سخت۔ کال ایسا پڑا۔ وبا کیوں نہ ہو۔ لسان الغیب نے (خود مرزا صاحب نے) پہلے فرمایا ہے ؎

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہے

میاں ۱۲۷۷ھ کی بات غلط نہ تھی مگر میں نے وبائے عام میں مرنا اپنے لایق نہ سمجھا واقعی اس میں میری کسر شان تھی۔"

آخر عمر میں مرزا حد سے زیادہ ضعیف ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ قوت سامعہ بالکل زایل ہو گئی تھی۔ چنانچہ لوگوں سے گفت و شنید بذریعہ تحریر کرتے تھے غذا بھی قریب قریب ترک ہی ہو گئی تھی۔ صبح کو بادام کا شیرا سہ پہر کو یخنی۔ اور شام کو کباب نوش کرتے تھے آخر ۱۲۸۵ھ میں تہتر سال کی عمر میں اس آفتاب کمال نے برج مرقد میں منہ چھپایا اور اپنے عزیزوں اور شاگردوں کو آٹھ آٹھ آنسو رُلایا۔ مرزا صاحب کے آخری عمر میں شعر ذیل ورد زبان رہتا تھا ؎

دم واپسیں بر سر راہ ہے
عزیزو اب اللہ ہی اللہ ہے

تمام شد